السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اذان پنج گانہ مسجد میں کس ہونی چاہیے؟

2۔ اذان ثانی جو بروز جمعہ وقت بیٹھنے خطیب کے منبر پر پکاری جاتی ہے، یہ اذان کس جگہ ہونی چاہیے؟ آیا مسجد کے اندر خطیب ومنبر کے قریب، جیسا کہ رائج ہے یا مسجد کے باہر اونچی جگہ پر؟

3۔جمعہ کی دونوں اذانوں کے لیے کتنے موذن ہوں؟ اس لیے کہ ہدایہ وغیرہا میں "موذنون" بصیغہ جمع آیا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

1،2

1و2۔ اذان پنج گانہ وہر دو اذانِ جمعہ سنت موکدہ ہیں، بلکہ بعضوں نے اس پر اطلاق واجب کا کیا ہے۔ یہ اذانیں بلند جگہ، یعنی مسجد کے چھت یا منارہ پر ہونا چاہیے، چنانچہ ''شرعة الإسلام'' میں ہے: "ومن سنته أن یؤذن فی أرفع مکان، فإنه أمد لصوته"

یعنی اذان میں سنت یہ ہے کہ اونچی جگہ پر اذان پکارے، اس لیے کہ اس سے اس کی آواز دور تک جاتی ہے۔ در مختار (۱/۳۵۵) میں لکھا ہے:

"ھولغة: الإعلام، وشرعا: إعلام مخصوص، لم یقل بدخول الوقت، لیعم الفائتة، وبین یدي الخطیب علیٰ وجه مخصوص بألفاظ کذلک أي مخصوصة'' انتھی"

[اذان کا لغوی معنی اطلاع دینا ہے اور اس کا شرعی معنی مخصوص (کلماتِ اذان کے ساتھ) اطلاع دینا ہے۔ اس کو دخولِ وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا، تاکہ یہ فوت شدہ نماز کی اذان اور خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے کھڑے ہو کر مخصوص طریقے اور الفاظ کے ساتھ کہی جانے والی اذان کو بھی شامل ہو جائے]

انتھی۔ یعنی اذان شامل ہے اذانِ فائتہ [فوت شدہ نماز] کو اور اس اذان کو جو خطیب کے صعودِ منبر کے بعد کہی [1]" طحطاوی اور شامی میں ہے: "(قوله: لیعم الفائتة الخ) أي لیعم الأذان أذان الفائتة والأذان بین یدي الخطیب اھ[2] [یہ (اذان) مردوں کا کسی بلند جگہ پر کھڑے ہو کر کہنا سنت ہے] شامی میں ہے: ''(قوله: فی مکان عال) فی القنیة: ویسن الأذان فی موضع عال،'' جاتی ہے۔ پھر در مختار میں لکھا ہے: ''وھو سنة للرجال فی مکان عال :انتھی۔ اور اسی (۱/۳۶۰) میں دوسری جگہ لکھا ہے [3]''والإقامة علیٰ الأرض

"ولم تکن فی زمنه صلی اللہ علیه وسلم مئذنة۔ بحر۔ قلت: وفی شرح الشیخ إسماعیل عن الأوائل للسیوطی أن أول من رقی منارة مصر للأذان شرحبیل بن عامر المرادي، وبنیٰ مسلمة المنائر للأذان بأمر معاویة، ولم تکن قبل ذلک، وقال ابن سعد بالسند إلی أم زید بن ثابت: کان بیتی أطول بیت حول المسجد، فکان بلال یؤذن فوقه من أول ما أذن إلی أن بنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مسجده، فکان یؤذن بعد علی ظھر المسجد، وقد رفع له شيء فوق ظھره'' اھ۔"

یعنی اونچی جگہ پر اذان کہنا سنت ہے اور زمین پر اقامت کہنا اور جس روز سے اذان مسنون ہوئی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ام زید بن ثابت کے مکان کے اوپر اذان پکارتے رہے، یہاں تک کہ مسجد نبوی قائم ہوگئی تو مسجد کی چھت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان پکارتے تھے اور اس کے لیے مسجد کی چھت پر اونچی جگہ بنا دی گئی۔

طحطاوی میں ہے:

[1]"قال عبد اللہ: فمضیت بعد الانتباہ إلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فأخبرته بذلک فقال: رؤیا حق، ألقه علیٰ بلال، فإنه أندیٰ منک صوتاً، فألقیتھا علیه، فقام علیٰ أعلی سطح فی المدینة فجعل یؤذن"

''یعنی جس روز حکم اذان کا نازل ہوا، اسی روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی بڑی اونچی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دینا شروع کیا۔''

نیز اسی میں ہے:

قوله: فی مکان عال) کالمنارة، وأول من أحدثھا مسلمة بن مخلد الصحابي، کما فی سیرة الحلبي، وکان أمیراً علیٰ مصر من طرف معاویة اھ۔ أبو السعود" انتھی)"

[بلند جگہ سے مراد منارہ وغیرہ ہے۔ سیرت حلبی میں ہے کہ سب سے پہلے مسلمہ بن مخلد صحابی نے اذان کے لیے منارہ بنایا۔ موصوف معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے امیر تھے]

در مختار (۱/۳۵۷) میں ہے : "موکدۃ ھی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس" انتھی یعنی اذان سنت موکدہ ہے، یہ سنت مثل واجب کے ہے لحوق اثم میں واسطے فرائض پنج گانہ کے اور اسی میں جمعہ بھی داخل ہے۔ چنانچہ [2]یعنی جس طرح اذان پنج گانہ کے لیے سنت موکدہ ہے یا واجب، اسی طرح نمازِ جمعہ کے لیے ہے اور جیسے ان کی اذان اونچی جگہ اور مسجد کی چھت ''طحطاوی میں ہے : ''دخلت الجمعۃ۔ حلبی'' شامی میں ہے : ''دخلت الجمعۃ۔ بحر پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکارتے تھے، ویسے ہی جمعہ کی اذان ثانی مسجد کی چھت پر مرفوع مخصوص جگہ پکارتے تھے، اسی لیے صحیح بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی وابن ماجہ میں ''مئذنۃ'' مخصوص واسطے اذان ثانی کے مروی نہیں ہے علیٰ'' یا تو استعلاء حقیقی کے لیے یہاں پر ہے : ''أي علیٰ سطح باب المسجد'' یا واسطے استعلاء مجازی کے ہے، نہ ظرفیت کے ''[3]، اور نہ "یوذن علی الأرض داخل المسجد" مروی ہے، البتہ ابو داود میں ''علیٰ باب المسجد'' مروی ہے اور مراد پیش دروازہ مسجد ہے، جیسے کہ محاورہ اُردو میں بولتے ہیں : فلاں کے دروازے پر جماؤ ہے۔ ابو داود کی روایت میں ''بین یدي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' ہے اور بخاری و ترمذی وابن ماجہ و نسائی و شافعی کی روایت میں یہ نہیں ہے۔

حالانکہ ان جملہ محدثین نے سائب بن یزید سے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں، یعنی ''بین یدي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' اور ''علی باب المسجد'' ان کے نزدیک پایہ ثبوت و درجہ صحت کو نہیں پہنچا، بدیں وجہ ترک کیا اور ان دونوں میں توافق اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جس وقت مقامِ بیان خطبہ و باب مسجد میں محاذات ہو اور بابِ مسجد کی زمین پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان پکارتے ہوں، حالانکہ فقہائے حنفیہ مقامِ بلند پر اذان پکارنے اور زمین پر اقامت کہنے کو سنت فرماتے ہیں، اس سے نکلتا ہے کہ زمین پر اذان پکارنا خلافِ سنت ہے اور بدعت ہے۔ امام ابو عبد اللہ بن حاج کے قول سے بھی ثبوت بدعت ہوتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب مدخل میں کہا ہے :

"السنۃ فی أذان الجمعۃ إذا صعد الإمام علی المنبر أن یکون الموذن علی المنارۃ، کذلک کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر و عمر و صدرا من خلافۃ عثمان، وکان الموذنون ثلاثۃ، یوذنون واحدا بعد واحد، ثم زاد عثمان أذانا آخر بالزوراء، وھو موضع بالسوق، وأبقی الأذان الذي کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنار، والخطیب علی المنبر إذ ذاک، ثم إنہ لما تولی ھشام بن عبد الملک أخذ الأذان الذي فعلہ عثمان بالزوراء، وجعلہ علی المنار، وکان الموذن واحدا، یوذن عند الزوال، ثم نقل الأذان الذي کان علی المنار عند صعود الإمام علی المنبر بین یدیہ، وکانوا یوذنون ثلاثۃ، فجعلھم یوذنون جماعۃ، ویستریحون، فقد بان أن فعل ذلک فی المسجد بین یدي الخطیب بدعۃ، وأن أذانھم جماعۃ بدعۃ أخری، فتمسک بعض الناس بھاتین البدعتین، وھما مما أحدثہ ھشام بن عبد الملک" اھ۔[1]

یعنی جمعہ کی اذان میں جس وقت امام منبر پر چڑھے، سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر ہو۔ اسی طرح زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلافتِ شیخین و ابتدائے خلافتِ عثمان میں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ منارے سے مراد وہ جگہ مرتفع ہے جو مسجد نبوی کی چھت پر واسطے اذان بلال رضی اللہ عنہ کے تیار کر دی گئی تھی، اس لیے کہ زمانہ رسالت و خلافتِ خلفا میں منارہ نہ بنا تھا اور تین موذن تھے کہ ایک کے بعد دوسرا اذان کہتا تھا اور اس کے بعد تیسرا اذان پکارتا تھا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ شاید خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین موذن ہوں، کیونکہ زمانہ رسالت میں ایک موذن تھا۔ ابن ماجہ میں ہے :

[2]"ما کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلا موذن واحد، إذا خرج أذن، وإذا نزل أقام، وأبو بکر و عمر رضی اللہ عنھما کذلک۔ ۔ ۔ الخ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک ہی موذن تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لیے گھر سے) باہر تشریف لاتے (اور منبر پر تشریف رکھتے) تو وہ اذان کہتا اور جب (خطبے سے فارغ ہو کر منبر سے) نیچے اترتے تو [وہ اقامت کہہ دیتا۔ سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا معمول بھی یہی تھا

نسائی میں ہے :

الخ[1]"کان بلال یوذن إذا جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یوم الجمعۃ فإذا نزل أقام ثم کان کذلک فی زمن أبی بکر و عمر رضی اللہ عنھما"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعے کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تو بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبے سے فارغ ہو کر منبر سے) اترتے تو وہ اقامت کہہ دیتے۔ سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ [عنہما کے دور میں بھی یہی معمول رہا]

زمانہ شیخین میں بھی یہی تھا کہ وقتِ جلوس امام علی المنبر ایک موذن اذان پکارتا تھا۔ لفظ ''کذلک'' اس پر دال ہے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان زوراء پر بڑھائی۔ زوراء ایک جگہ کا نام ہے بازارِ مدینہ میں اور بعض نے کہا ہے کہ زَوراء ایک گھر کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ایک مکانِ مرتفع کا نام ہے مثل منارہ کے تھا اور بعض نے کہا کہ زَوراء ایک بڑے پتھر کا نام ہے، جو مسجد کے دروازے پر تھا، شاید ابو داود کی حدیث میں ''علیٰ باب المسجد'' سے یہی مراد ہو، باقی رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اذان کو جو زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں منارہ پر ہوتی تھی اور خطیب منبر پر ہوتا تھا، پھر جب ہشام بن عبد الملک والی ہوا تو اس نے اس اذان جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازے پر مقرر فرمایا تھا، منارے پر مقرر کیا اور اس کے لیے ایک موذن تھا جو زوال کے وقت اذان کہتا تھا (شیخ دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوہ میں فرماتے ہیں کہ بعض محققین نے کہا ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے اس اذان کو مسجد میں نقل کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پہلے مسجد کے اندر کوئی اذان نہ ہوتی تھی، ہشام نے اس کو نکالا ہے) اور جو اذان منارے پر ہوتی تھی وقت چڑھنے خطیب کے منبر پر اور اس کے لیے تین موذن تھے، اس نے اس اذان کو مسجد کے اندر نقل کیا کہ امام کے سامنے ہو اور بجائے تین موذن کے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ ٹھہر ٹھہر کر اذان پکاریں، پس تحقیق ظاہر ہو گیا کہ ہشام کا یہ فعل مسجد میں خطیب کے سامنے ایک بدعت ہے اور ایک جماعت کا اذان دینا دوسری بدعت ہے، پس بعض آدمیوں نے ان دونوں بدعتوں کے ساتھ تمسک پکڑا ہے اور یہ دونوں بدعتیں ہشام بن عبد الملک کی نکالی ہوئی ہیں۔ انتھی

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں :

"من السنۃ الماضیۃ أن یوذن الموذن علی المنار، فإن تعذر فعلیٰ سطح المسجد، فإن تعذر فعلیٰ بابہ" اھ۔[2]

یعنی اگلی سنت یہ ہے کہ موذن منارے پر اذان کہے۔ اگر یہ دشوار ہو تو مسجد کی چھت پر، اگر یہ دشوار ہو تو مسجد کے دروازے پر۔

جملہ اخیرہ مطابق حدیث ابو داود کے ہے۔ الحاصل مسجد کے اندر خطیب کے سامنے اذان پکارنا بدعتِ ہشامی ہے، اس کو ترک کر کے مردہ سنت کو زندہ کرنا چاہیے، تاکہ ثواب احیائے سنت پائیں اور قولہ تعالیٰ : لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ پر عمل کر کے لوگوں کی ملامت کا ڈر نہ رکھیں، فقط واللہ أعلم۔ جواب نمبر 3 کا جواب نمبر 2 میں آچکا ہے حدیث ابن ماجہ و نسائی میں۔ واللہ أعلم۔ کتبہ : محمد علی اطہر، غفر اللہ ولوالدیہ۔

جواب نمبر 1 و 2 اذان پنج گانہ اونچی جگہ پر ہونی چاہیے، اسی طرح اذان ثانی جو بروز جمعہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے، بلند جگہ ہونی چاہیے، نہ خطیب و منبر کے قریب، جیسا کہ عبارت شرعۃ الاسلام و در مختار و

طحطاوی وشامی ومدخل ابن امیر الحاج منقولہ مجیب علام میں مصرح ہے۔ صحیح بخاری (۲۵۶/۶) میں ہے:

[1]"عن عائشۃ اَن بلالا یؤذن بلیل، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((کلوا واشربوا حتی یؤذن ابن اُم مکتوم، فإنہ لا یؤذن حتی یطلع الفجر)) قال القاسم: ولم یکن بین اَذانھما اِلا اَن یرقیٰ ذا، وینزل ذا"

[عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ (طلوعِ فجر سے پہلے) رات کو اذان دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم (سحری) کھاتے پیتے رہو۔ وہ (ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ) طلوعِ فجر کے بعد ہی اذان کہتے تھے۔ (راویِ حدیث) قاسم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ دونوں کی اذان میں اتنا ہی وقفہ ہوتا تھا کہ ایک (اذان دینے کے لیے بلند جگہ پر) چڑھتا تھا اور دوسرا (وہاں سے اذان دے کر) نیچے اترتا تھا]

فتح الباری (۸۶/۲) مصری میں ہے:

''وفی ھذا تقیید لما اَطلق فی الروایات الاَخری من قولہ: ((اِن بلالا یؤذن بلیل)) ولا یقال إنہ مرسل، لاَن القاسم تابعی، فلم یدرک القصۃ المذکورۃ لاَنہ ثبت عند النسائی من روایۃ حفص بن غیاث، وعند الطحاوي من روایۃ یحییٰ بن القطان، کلاھما عن عبد اللہ بن عمر، عن القاسم عن عائشۃ فذکر الحدیث، قالت: لم یکن بینھما اِلا اَن ینزل ذا ویصعد ذا، وعلی ھذا فمعنیٰ قولہ فی روایۃ البخاري: قال القاسم، اَي فی روایتہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا۔۔۔، وثبتت الزیادۃ اَیضا فی حدیث اَنیسۃ الذي تقدمت الاِشارۃ اِلیہ''

[دوسری روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مطلق بیان ہوا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان کہتے ہیں، جب کہ اس روایت میں اس اطلاق کی تقیید ہے۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ اس کے راوی قاسم تابعی ہیں اور وہ اس قصے کے عینی شاہد نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سنن النسائی میں حفص بن غیاث سے اور طحاوی میں یحییٰ بن قطان کے واسطے سے ثابت ہے۔ یہ دونوں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ قاسم سے اور قاسم رحمہ اللہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ روایت بیان کی، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان (دو موذنوں) کے درمیان اتنا ہی وقفہ ہوتا کہ ایک اذان کہہ کر بلند جگہ سے نیچے اترتا اور دوسرا اس پر چڑھ جاتا۔ اس بنیاد پر صحیح بخاری کی روایت میں ان کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ قاسم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی روایت میں کہا نیز یہ زیادتی انیسہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بھی ثابت ہے، جس کی طرف پہلے اشارہ ہوچکا ہے]

اور بھی فتح الباری (۳۴۶/۳) میں ہے:

"روایۃ عروۃ عن امرأۃ من بنی النجار قالت: کان بلال یجلس علیٰ بیتی، وھو اَعلیٰ بیت فی المدینۃ"

[عروہ بنو نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: بلال رضی اللہ عنہ (اذان کے انتظار میں) میرے گھر کی چھت پر تشریف فرما ہوتے تھے اور وہ گھر مدینے کے گھروں میں سے سب سے اونچا گھر تھا]

اذان اول جو اذان ثانی مذکورہ بالا کے قبل رائج ہے، یہ اذان عہدِ نبوت علی صاحبہا الصلوات التسلیمات و نیز عہدِ خلافت راشدہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں نہ تھی، جو اَب اذان ثانی کہلاتی ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

[1]"عن السائب بن یزید قال: کان النداء یوم الجمعۃ اَولہ إذا جلس الاِمام علیٰ المنبر علیٰ عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم واَبی بکر و عمر رضی اللہ عنھما"

[سائب بن یزید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی، جب امام منبر پر تشریف فرما ہوتا۔ سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی یہی معمول رہا]

جواب نمبر 3، جواب نمبر 2 سے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ جو اذان اول کہلاتی ہے، یعنی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے قبل کہی جاتی ہے، اس کا وجود عہدِ رسالت علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات اور عہدِ شیخین رضی اللہ عنہما میں تھا ہی نہیں۔ باقی رہی وہ اذان جو اَب اذانِ ثانی کہلاتی ہے، اس کے لیے موذن کی تعداد بقدر ضرورت ہونی چاہیے۔ اگر ایک موذن سے زیادہ کی ضرورت نہ ہو تو ایک ہی موذن ہونا چاہیے اور اگر آدمی زیادہ ہوں اور ایک موذن کافی نہ ہو تو دو موذن ہوں اور دو موذن بھی کافی نہ ہوں تو تین موذن ہوں۔ علی ہذا القیاس، جس قدر آدمی بڑھتے جائیں اس قدر موذن اور اذانیں بڑھا دی جائیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ان کے عہد میں لوگوں کی کثرت ہوئی تو ایک اور اذان بڑھا دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بجائے ایک اذان کے کئی اذانیں کر دیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اذان کی دو اذانیں کر دیں، چنانچہ صحیح بخاری میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[1]"فلما کان عثمان وکثر الناس، زاد النداء الثالث علیٰ الزوراء"

[جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ بہت زیادہ ہوگئے تو انھوں نے تیسری اذان کا اضافہ کر دیا جو ''زوراء'' مقام پر کھڑے ہو کر کہی جاتی تھی]

نیز صحیح بخاری (۳۶۴/۲۸) کی "کتاب المحاربین" میں "باب رجم الحبلیٰ من الزنا اِذا اَحصنت" میں ہے:

[2]"فجلس عمر علیٰ المنبر فلما سکت المؤذنون، قام فاَثنی علیٰ اللہ بما ھو اَھلہ، ثم قال: اَما بعد۔۔۔ الخ"

[عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوتے، جب موذن اذان کہہ کر خاموش ہوگئے تو وہ کھڑے ہوتے، اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان اس کی ثنا بیان کی اور پھر کہا: اَما بعد۔۔۔]

---

[1]413/1)حاشیہ رد المختار۔)

[2]384/1)الدر المختار۔)

[3]384/1)ردالمختار۔)

[4]706)نیز دیکھیں سنن ابی داود رقم الحدیث(499)سنن ابن ماجہ رقم الحدیث۔)

[5]184/3)ردالمختار۔)

[6]۔سنن ابی داود رقم الحدیث(1088) اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق راوی مدلس ہے۔

[7]208/2)المدخل لابن الحاج المالکی۔)

[8]1115)سنن ابن ماجہ رقم الحدیث۔)

[9](241/2)

[10]870)صحیح البخاری رقم الحدیث۔)

[11]۔مصدر سابق۔

[12]6442)صحیح البخاری رقم الحدیث۔)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الصلاۃ، صفحہ:132

محدث فتویٰ